بنگلہ دیش کے ایک تازہ سفر کا احوال

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم نے ۱۲/فروری ۲۰۰۸ء کو چاٹگام کے مشہور جامعہ اسلامیہ کے فضلاء کی پچاس سالہ تقریب دستار بندی میں شرکت کے لئے بنگلہ دیش کا سفر کیا اور تقریباً ایک ہفتہ وہاں قیام رہا' واپسی پر ۱۵/صفر ۱۴۲۹ھ بروز اتوار بعد نماز عصر' جامعہ فاروقیہ کی مسجد میں حضرت نے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے اپنے سفر کی روئیداد بیان فرمائی، حضرت کا وہ بیان نذر قارئین ہے'.................مدیر]

قل سیروا فی الأرض: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ زمین کی سیر کرو' زمین کی سیر کرنے میں جہاں نافرمانوں کے انجام کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے' اور حکم کی خلاف ورزی کرنے پر ان کو جس طریقے سے عذاب کے اندر گرفتار کیا گیا ہے' اسکی نوعیت اور کیفیت دیکھنے کا جیسے حال معلوم ہوتا ہے' اسی طریقے سے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی فرمانبرداری کی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کا پاس اور لحاظ کیا ہے' ان پر جو اللہ کا انعام ہوا ہے' اسکو دیکھنے کا موقع بھی ملتا ہے اور ان دونوں باتوں کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو سیر فی الأرض کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں۔

چاٹگام میں ناپور ایک قصبہ ہے وہاں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک ادارہ ہے' اس کے پچاس سال کے طلباء وفضلاء کی دستار بندی کا جلسہ تھا اس میں شرکت کیلئے ہم یہاں سے گئے تھے۔ یہاں سے ہم ڈھاکہ پہنچے اور ڈھاکہ سے اسی دن بدھ کے روز ہم چاٹگام جہاز سے روانہ ہو گئے' چاٹگام ائیر پورٹ پر اترنے کے بعد پھر ناپور گئے۔ ہمارے یہاں جیسے کراچی کا ائیر پورٹ ہے یا لاہور کا ائیر پورٹ ہے وہاں اسطرح کا عظیم الشان ائیر پورٹ ڈھاکہ میں بھی ہے' چاٹگام میں بھی ہے' سلہٹ میں بھی ہے۔

چاٹگام پہلے کئی مرتبہ جا چکا ہوں' اس وقت جو وہاں ائیر پورٹ تھا' وہ بہت معمولی اور چھوٹا سا ائیر پورٹ تھا۔ اس مرتبہ جا کر دیکھا تو نہایت عظیم الشان اور بہترین قسم کا ائیر پورٹ بنا ہوا ہے' لوگوں نے بتایا کہ سلہٹ میں بھی اسی

طرح کا ائرپورٹ ہے۔ جہاں ہم جلسہ میں گئے تھے وہاں پچاس سالہ تقسیم اسناد کا جلسہ تھا۔ اس جامعہ سے ہزاروں علماء فارغ ہوئے ہیں' اس قدر طویل عرصے میں بہت سے فضلاء فوت ہوگئے ہوں گے۔ بہت سے دوسرے ملکوں کے اندر رہنے کی وجہ سے یہاں نہ پہنچ سکے ہوں گے لیکن جو پہنچے ہوئے تھے انکی تعداد کو دیکھ کر بھی آدمی کو حیرت اور تعجب ہوتا' ایک ایک وقت میں وہاں کھانے کیلئے تقریباً بیس پچیس گائیں ذبح ہورہی تھیں۔

ہمارا قیام جس کمرے میں تھا' اس میں بھی تمام سہولتیں فراہم اور مہیا تھیں' وہاں ہم جمعرات کے دن رہے' جمعہ کے دن رہے اور جمعہ کے دن پھر ہم وہاں سے واپس ڈھاکہ آگئے۔

ایک خاص بات دیکھنے میں یہ آئی کہ جہاز کے اندر جو عملہ مسافروں کی خدمت کیلئے مقرر تھا' وہ حد سے زیادہ متواضع اور حد سے زیادہ خوش اخلاق تھا۔ ہمارے ہاں بھی اچھا اخلاق ہوتا ہے اور مسافروں کو راحت پہنچانے کی پوری پوری کوششیں کی جاتی ہیں' اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہاں کے عملے میں اور یہاں کے عملے میں خاص طور پر فرق نظر آتا ہے' ہم ان کے لئے اجنبی تھے' وہ ہمیں نہیں جانتے تھے لیکن بار بار ہم سے آکر پوچھتے تھے کہ آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے' آپ یہ لے لیجئے آپ وہ لے لیجئے اور ہم نے کچھ بھی نہیں لیا' پانی تک بھی نہیں پیا' یہ پونے گھنٹے کا سفر تھا۔

جامعہ فاروقیہ کے فاضل مفتی نورالدین

بہرحال ڈھاکہ جب آگئے تو ڈھاکہ میں مسجد بیت المکرم میں ہمارا قیام تھا۔ مولانا مفتی نورالدین صاحب جو ہمارے جامعہ کے فاضل ہیں وہ اس کے سینئر امام ہیں' ان کے ماتحت اور دوسرے کئی امام اور مؤذن ہوتے ہیں' مولانا نورالدین صاحب نے یہاں جامعہ فاروقیہ میں دورۂ حدیث بھی کیا ہے یہاں انہوں نے تخصص فی الفقہ بھی کیا ہے اور تخصص فی التفسیر بھی کیا ہے' وہ ہمارے جامعہ کے نامور فاضل ہیں' ابھی ان کے ایک بیٹے نے دبئ میں حفظ قرآن کے مقابلے میں شرکت کی ہے' اس کو وہاں پہلی پوزیشن حاصل ہوئی اور بتیس لاکھ روپے انعام میں ملے۔ اس سے پہلے بھی ان کا ایک صاحبزادہ وہاں مقابلے میں اول آچکا ہے اور اب یہ دوسرا مقابلے کے اندر اول آیا ہے' آپ اسکا قرآن مجید سنیں تو آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔

بنگلہ دیش کے اندر تلاوت قرآن کا معیار پاکستان کے مقابلے میں بہت اعلیٰ اور بہت بلند ہے۔ یہاں تلاوت قرآن کا اتنا اچھا اہتمام نہیں ہے جیسا کہ وہاں تلاوت قرآن کا عمدہ اور بہترین اہتمام ہے۔

مسجد بیت المکرم

بہرحال مسجد بیت المکرم بڑی عظیم الشان مسجد ہے۔ مشرقی پاکستان کے زمانہ میں وہ تعمیر ہوئی تھی اور

ہمارے اس علاقے کے ایک آدمی نے اسکی تعمیر کا خرچہ برداشت کیا تھا' وہ صاحب جنہوں نے مسجد بیت المکرّم تعمیر کروائی تھی' وہ ابھی کراچی کے اندر موجود ہیں' یہ مسجد اتنی بڑی ہے کہ شاید پاکستان میں اتنی بڑی کوئی مسجد نہ ہو، نماز میں جتنے نمازی وہاں مسجد بیت المکرّم میں ہوتے ہیں' میرا خیال ہے کہ ایشیا کی کسی مسجد میں نماز کے اندر اتنے نمازی جمع نہیں ہوتے۔

بنگلہ دیشی عوام کی تواضع وانکساری

اور نمازیوں کا حال یہ ہے کہ وہاں ننگے سر رہنے کا رواج نہیں' وہاں داڑھی مونڈھنے کا رواج بھی کم ہے۔ عام طور پر لوگوں کے سر پر ٹوپی ہوتی ہے' اور عموماً لوگ داڑھی رکھتے ہیں اور ان کے اندر تواضع عاجزی وانکساری حد سے زیادہ ہے' وہاں کے ایک آدمی کو دیکھیں گے کہ وہ ٹائی لگایا ہوا ہے' کوٹ پتلون پہنا ہوا ہے لیکن آپ کے سامنے جب آئیگا تو وہ آپ کا احترام کریگا' اس احترام کا باقاعدہ اظہار کریگا۔ اس احترام کیلئے وہ آپ کے سامنے جھک جائیگا' یہ ایک عام روش ہے جو وہاں کے عوام میں موجود ہے' ہم جس کمرے میں مقیم تھے' وہاں سے نکل کر جب مسجد کے اندر جاتے تھے تو آگے سے لوگ باقاعدہ ''ہٹو بچو'' کی صدا لگاتے ہوئے راستہ سے بنانے کی کوشش کرتے تھے تو یہ ایک عام فضا ہے کہ اہل علم کا بڑا اکرام کیا جاتا ہے۔

سلام کا رواج بھی بہت ہے' داڑھی رکھنے کا رواج بھی بہت ہے۔ عاجزی وانکساری بھی بہت نمایاں ہے پاکستان سے محبت بھی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان سے محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پاکستان کی یاد کسی طرح فراموش نہیں ہوتی ہے۔ وہ لوگ پاکستان کو یاد کرتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں فضلائے جامعہ فاروقیہ

ہم جب تانپور سے واپس آنے کے بعد ڈھاکہ پہنچے تو جامعہ فاروقیہ کے فضلاء کی اتنی بڑی تعداد ڈھاکہ کے اندر موجود تھی کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا' ان فضلاء میں مولانا نور الدین' مولانا حبیب الرحمٰن' مولانا مفتی محمد یونس مولانا عبدالاوّل، مولانا محمد اشرف اور مولانا ابراہیم خلیل بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ کئی سال سے بنگلہ دیش کے طلباء اب یہاں پاکستان نہیں آتے' ان کو ویزا نہیں ملتا' یہ اس زمانے کے فضلاء ہیں جب بنگلہ دیش سے یہاں آنے کی اجازت تھی یا جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش نہیں بنا تھا۔ یہ مخلص علماء اور فضلاء ایسے قربان ہوتے تھے' جیسا کہ بچھڑے ہوئے لوگ آپس میں ملے ہوں۔ بے حد محبت کا لحاظ اور بے حد محبت کا ثبوت انہوں نے پیش کیا۔

کھانے کے وقت مختلف مقامی حضرات اور علماء اپنے اپنے گھروں سے کئی کئی آدمیوں کا کھانا لاتے اور حاضر مجمع سب اس میں شریک ہوتا۔

ان فضلاء کی مشغولیت کا حال معلوم ہوا' اس سے بھی بے حد خوشی ہوئی' وہ سارے کے سارے تدریسی اور تبلیغی کاموں کے اندر مشغول ہیں' ان میں بعض وہ ہیں جو تجارت بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مدارس کے اندر تعلیم اور مساجد کے اندر خطبہ بھی دیتے ہیں۔

ان حضرات کی ملاقات میں ایک بات خاص طور پر یہ سامنے آئی کہ با قاعدہ علمی مسائل پر مذاکرات ہوئے۔ انہوں نے بہت سے سوالات ہمارے سامنے رکھے اور ہم نے ان کے جواب ان کو دیئے' ان کو ان جوابات سے تسلی اور تشفی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ ہر سال آیا کریں اور آپ کی آمد ورفت کے اخراجات ہم خود برداشت کریں گے' آپ کو کسی مدرسہ کی دعوت پر آنے یا کسی جلسہ کی دعوت پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود انتظام کریں گے' آپ آئیں' یہاں ہفتہ پندرہ دن جتنا آپ کے وقت میں گنجائش ہے قیام کریں اور ہم آپ سے استفادہ کیا کرینگے۔

بنگلہ دیش کے مدارس

اس کے علاوہ بنگلہ دیش کے اندر مدارس کی اتنی کثرت ہے کہ اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایک ایک مدرسہ اتنا بڑا کہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں طلباء موجود تھے۔ آپ کو تعجب ہوگا' ایک مدرسہ وہاں ایسا ہے جہاں شرح جامی (درجہ رابعہ) تک تعلیم ہوتی ہے اور شرح جامی تک تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کا مدرسہ میں دار الاقامہ نہیں ہے۔ وہاں پر طلباء کی جاگیریں ہوتی ہیں' ایک آدمی نے دو طالب علموں کو اپنے ہاں رکھ لیا' دوسرے آدمی نے چار طالب علموں کو اپنے ہاں رکھ لیا' کسی نے ایک کو رکھ لیا۔ وہ طالب علم مدرسے میں صبح آتے ہیں اور دوپہر تک رہتے ہیں۔ ناشتہ کر کے آتے ہیں اور دوپہر کو کھانے کے وقت تک ان کی تعلیم ہوتی ہے' اس کے بعد وہ چلے جاتے ہیں' مدرسہ بالکل خالی ہوجاتا ہے' اس مدرسہ میں طلباء کی تعداد تقریبا تین ہزار ہے۔ پہلے طلباء درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے تھے' اب کسی صاحب خیر نے وہاں با قاعدہ بلڈنگ بنادی ہے اور اس بلڈنگ کے اندر رہ کر طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن وہاں رہتے نہیں ہیں۔ شرح جامی تک تعلیم ہوتی ہے' ہزاروں کی تعداد میں طالب علم وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

ڈھاکہ شہر کے اندر ایک مدرسہ ہے' اس کے اندر دار الحدیث میں' صرف 2 طالب علموں کو داخل کرنے کی گنجائش تھی' ان کی گنجائش کے مطابق پہلے سے تعداد پوری تھی' لیکن یہ کہ دو کیلئے گنجائش تھی' داخلے کے لیے سینکڑوں طلبہ آئے لیکن داخلہ صرف تین طلبہ کو ملا، جب کہ گنجائش صرف دو کی تھی۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ جو نمبر کامیابی کے لیے ضروری تھے' وہ دو کے بجائے تین نے حاصل کیے اندازہ لگائیں کہ طلباء کے شوق کا اور مدارس کی محنت اور کوشش کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ داخلہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ایک اور مدرسہ ہے' اس کے اندر صرف ایک دن داخلہ ہوتا ہے۔ فقط ایک دن!......اور اس ایک دن کے اندر داخلہ لینے کیلئے ہزاروں طالب علم آتے ہیں۔ لیکن یہ کہ مدرسہ 200 سے زیادہ کو قبول نہیں کرتا' کیونکہ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ مدارس کا نظام بہت مستحکم ہے۔ مدارس کے اندر ترقی ہو رہی ہے۔ علماء اس سلسلہ کے اندر اپنی کاوشیں صحیح طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ پاکستان کے اندر جس طریقے سے مدرسہ بورڈ قائم کر کے مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی کوششیں کی گئیں۔ الحمدللہ یہاں حکومت ناکام ہوئی' بری طرح ناکام ہوئی۔ جتنے حربے انہوں نے استعمال کیے' سارے کے سارے حکومت کے خلاف واقع ہوئے' ان کو پشیمانی بھی ہوئی' انہوں نے بعد میں اس کا اعتراف اور اقرار کیا اور کہا کہ ہم نے کروڑوں کی تعداد میں ان منصوبوں پر روپیہ خرچ کیا۔ وہ سارا کا سارا بیکار گیا اور ہماری اسکیم فیل ہوگئی' وہ الحمدللہ وفاق المدارس کی کوششوں کے نتیجہ میں ہوا۔

آج کل یہی چکر بنگلہ دیش میں چل رہا ہے۔ وہاں مدارس کو مدرسہ بورڈ کے ماتحت لانے کیلئے کوشش کی جارہی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہاں نہ بریلوی ہے نہ مودودی' نہ وہاں غیر مقلدین ہیں، اگر ہیں بھی تو ان کی کوئی اہمیت نہیں' اس کے باوجود کہ تمام کے تمام مدارس دیوبندیوں کے ہیں' پھر بھی چار ''وفاق المدارس'' انہوں نے بنائے ہوئے ہیں۔ ان چار وفاقوں کے اندر بعض لوگ حکومت کی حمایت کر رہے ہیں اور اکثریت وہ ہے جو حکومت کی مخالفت کر رہی ہے۔ مدارس کے منتظمین بار بار ہمارے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے' ہم نے کہا آپ متحد ہو جائیں' آپ میں جو لوگ حکومت کے چھوڑے ہوئے ہیں اور حکومت کی تائید کر رہے ہیں' ان کو آپ قائل کریں، ان کو آپ سمجھائیں' ان کو آپ بتائیں کہ آپ کی رائے غلط ہے۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور اگر وہ نہیں مانتے تو پھر آپ علانیہ طور پر ان کے بارے میں یہ کہدیں کہ یہ حکومت کے کارندے ہیں' ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں' یہ آپ کر دیں گے تو بات بن جائے گی۔

بہرحال اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مدارس محفوظ ہوں گے اور حکومت جو مدرسہ بورڈ کے ذریعے مدارس کو اپنی تحویل میں لینے کی کوشش کر رہی ہے' وہ ناکام ہوگی۔

دو قسم کے مدارس

وہاں مدارس دو قسم کے ہیں' ایک وہ مدارس ہیں جن کو ''مدارس عالیہ'' کہا جاتا ہے اور ایک وہ مدارس ہیں جن کو ''قومی مدارس'' کہا جاتا ہے، قومی مدارس وہ ہیں جو ہمارے آزاد مدارس کی طرح ہیں' علماء ان پر کام کر رہے ہیں

'مدرسہ عالیہ کے حوالہ سے جو مدارس واقع ہوئے ہیں وہ آج کل سرکاری تحویل میں ہیں۔ پہلے ان کا علم اوران کا طور طریقہ قابل قبول تھا' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبید الحق اور مولانا امین الاسلام صاحب بھی مدرسہ عالیہ کے مدرس رہے ہیں۔لیکن اب حکومت نے صورت حال تبدیل کردی ہے اوروہ اس طرح سے کہ نصاب کے اندر جو دینی نصاب ہے اسکو رفتہ رفتہ کمزور کیا جارہا ہےاوراس کے بجائے عصری تعلیم کو ترجیح دی جارہی ہے۔ پہلے یہ صورتحال نہیں تھی۔عصری تعلیم تھی' لیکن مغلوب وتابع تھی اور دینی نصاب غالب تھااور معتبر بھی' اب جیسا کہ ہر جگہ امریکی پالیسیاں اثر انداز ہوتی ہیں' یہاں بھی وہ اثر انداز ہوئی ہیں۔

اور مدرسہ عالیہ کے حوالہ سے بہت سے مدارس بنگلہ دیش کے اندر موجود ہیں ۔آج کل ان سب کی جو کارکردگی ہے وہ زیادہ تسلی بخش نہیں،عصری تعلیم کو ترجیح دی جارہی ہے' دینی تعلیم کو مغلوب کردیا گیا ہے' یہ پہلو بہت افسوس ناک اور بہت شرمناک ہے۔امریکی نواز چاہتے ہیں کہ ''مدارس قومیہ'' کے اندر بھی اس طرح کی تبدیلیاں لائیں' کہتے ہیں ہم مدارس کو قومی دھارے میں لانا چاہتے ہیں اور اسکو قومی دھارے میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ انکا نصاب تبدیل کردیا جائے' ان کے طور وطریقے تبدیل کردیئے جائیں۔مدارس کی افادیت کو باقی نہ رکھا جائے' یہی چیز ہمارے ہاں بھی ہوئی' یہاں الحمدللہ حکومت ناکام ہوئی ہے اور دعا کریں وہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ حکومت کو ناکام کردے۔

بنگلہ دیش میں عام طور پر لوگ خالدہ ضیاء کی حکومت کو پسند کرتے ہیں اور حسینہ واجد کی جو نوعیت ہے تو اس کو دین دار لوگ ناپسند کرتے ہیں۔حسینہ واجد کے بارے میں آپکو معلوم ہے کہ وہ ہندوستان کی نمائندگی کرتی ہے اور ہندوستان کا فیور کرتی ہے۔خالدہ ضیاء کی حکومت ہندوستان کی حکومت کا فیور نہیں کرتی' اس لئے عام رجحان دین دار لوگوں کا خالدہ ضیاء کی طرف ہے،آج کل جو حکومت ہے' وہ نگراں حکومت ہے اور وہ فوج کی تابع ہے' فوج کی کوشش یہ ہے کہ ایسا سیٹ اپ قائم کیا جائے کہ جس میں خالدہ ضیاء کے لوگ نہ آسکیں' ان کے اپنے بندے حکومت کے اندر آئیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بنگلہ دیش کی اور پاکستان کی حفاظت فرمائے اوران کے خلاف جو سازشیں ہورہی ہیں ان کو ناکام کرے' کفار وملحدین اور دشمنان دین کو ناکام کرے اور عالم اسلام اور اسلامی ممالک کی حفاظت فرمائے' آمین۔

......☆......